کیا خواتین کا لکھنا ممنوع ہے؟

مفتی نقاش چمن

ناشر

ارفع اسکالرز اکیڈمی انٹرنیشنل

کتابت کا علم ایک اہم اور عظیم الشان علم ہے کیونکہ کتابت کی وجہ سے قرآن و حدیث کے علم کو فروغ ملا ۔اگر یہ کہا جائے کہ یہ علم قرآن و حدیث کا خادم ہے تو غلط نہ ہوگا۔کتابت کی وجہ سے ہمارے دین اور دنیا کے بہت سے مفادات اور ضروریات وابستہ ہیں تو اسی چیز کے پیش نظر کتابت کی تعلیم بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔الحاصل اگر کتابت نہ ہوتی تو دین اور دنیا کا کام رک جاتا۔

کتابت کا حکم قرآن عظیم کی روشنی میں:-

اللہ رب العزت سورہ العلق میں فرماتا ہے۔

اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔

(سورہ العلق آیہ 3 تا 5)

ترجمہ:۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔(کنزالایمان)

تفسیر مدارک ج 4 ص 274 تا 275،تفسیر قرطبی ج 2 ص 120،تفسیر خازن ج 7 ص 224 میں اس آیت کے زیر تحت ہے کہ

ترجمہ:۔اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں۔کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں،گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔کتابت نہ ہوتی تو دین و دینا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔

ایسی طرح تفسیر الدرالمنثور ج 2 ص 369 میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

العلم نعمہ من اللہ تعالی عظیم لولا القلم لم یقم دین ولم یصلح عیش۔

ترجمہ:۔ قلم اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہے اگر قلم نہ ہوتا تو نہ دین سنورتا نہ دنیا۔

قرآن کریم کی سورہ ن میں بھی کتابت کی اہمیت کا بیان ہے۔

ن○والقلم وما یسطرون

ترجمہ:۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں۔

تفسیر کبیر ج 30 ص 75 تفسیر بیضاوی ج 2 ص 378 تفسیر مدارک ج 4 ص 210 میں ن سے مراد جنس قلم مراد لیا ہے۔

جب کہ امام فخرالدین را زی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔ فرمان الہی **والقلم** میں دو قول ہیں ان میں سے ایک یہ کہ جس چیز کی قسم اٹھائی گئی ہے وہ جنس ہے تو یہ ہر اس قلم پر صادق آئے گی جس سے ارضی و سماوی موجودات کو تحریر کیا جائے۔

(تفسیر الکبیر طبع جدید ج 30 ص 75)

امام قرطبی فرماتے ہیں۔

و هو واقع علی کل قلم مما یکتب بہ من فی السماء و من فی الارض۔

ترجمہ:۔اس کا مصداق ہر وہ قلم ہے جس سے ارضی و سماوی موجودات تحریر کئے جائیں۔

بہت سارے مفسرین نے یہاں قلم سے مراد جنس قلم لیا ہے جس میں ہماری اس دنیا کے بھی قلم ہیں۔

اصول دین:۔

جب مطلق انسان کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مرد اور عورت دونوں مراد لیے جاتے ہیں۔

ان قاعدے کی رو سے جہاں جہاں اللہ رب العزت نے انسان سے کلام کیا وہاں مرد و عورت دونوں مراد ہیں اور ان گزشتہ آیات میں کتابت کا ذکر انسان سے ہوا تو وہ مرد اور عورت دونوں سے ہوا ۔

کتابت اللہ کا ایک انعام ہے تو اس انعام کے مصداق مرد و عورت دونوں ہوئے اور ساتھ ہی عورتوں کے لیے کتابت کے علم کا بھی بیان واضح ہو گیا۔

کتابت کا حکم احادیث کی روشنی میں

صحیح احادیث میں بھی عورتوں کی کتابت کا مسئلہ ثابت ہے جیسا کہ

حضرت شفا ء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور میں بھی حاضر تھی تو مجھے فرمایا

یعنی کیا تو اس رقیہ النملہ (**پہلو کی طرف ایک خاص قسم کی پھنسیوں اور آبلوں کا دم**) کی تعلیم نہیں دیتی جیسے اس کو کتابت کی تعلیم تم نے دی ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج 6 ص 372، سنن ابو داود ج 2 ص 186، مستدرک حاکم ج 4 ص 57، سنن بیہقی ج 9 ص 349)

حاکم نے فرمایا

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين

کہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

مرقات میں ہے۔

قال الخطابى فيه دليل على ان تعليم النساء الكتابه غير مكروه.

ترجمہ:۔علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں۔

(مرقات ج 8 ص 364)

شرح سفر السعادہ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو کتابت کی تعلیم دینا مکروہ نہیں۔

(شرح سفرالسعادہ ص 481)

اس حدیث سے رقیہ النملہ کی تعلیم کا پسندیدہ اور مطلوب ہونا منصوص ہے اور اس کو تعلیم الکتابت کے ساتھ حضور نے تشبیہ دی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پسندیدہ اور مطلوب ہے ورنہ تشبیہ نہ دی جاتی کہ پسندیدہ

غیر پسندیدہ کا ہم مثل نہیں ہوسکتا تو ثابت ہوا کہ صرف جائز ہی نہیں پسندیدہ اور مطلوب بھی ہے۔

کتابت کا حکم کتب فقہ کی روشنی میں:۔

کتابت کا حکم ہمارے فقہاء کرام نے بھی اپنی اپنی کتب میں درج فرمایا ہے جس سے حکم جواز ہی ثابت ہوتا ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔

یکرہ للجنب و الحائض ان یکتبا الکتاب الذی فی بعض سطورہ آیہ من القران وان کانالا یقران القران۔

(فتاوی عالمگیری ج 1 ص 20)

ترجمہ:۔ جنبی اور حیض والی کے لیے ایسی تحریر لکھنا مکروہ ہے جس کی بعض سطور میں قرآن پاک کی کوئی آیت ہو اگرچہ یہ دونوں جنبی و حائض قرآنی آیت زبان سے نہ بھی پڑھیں۔

ایسی طرح منیۃالمصلی اور اسکی شرح صغیری و کبیری میں ہے۔

والنظم من المنیۃ و الغنیۃ و کذا ای کما لا یجوز للجنب و الحائض و النفساء قراءۃ القرآن لا یجوز لھم کتابہ القران۔

ترجمہ:۔منیۃالمصلی اور غنیہ کی عبارت ہے۔جس طرح جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے لیے قرآن کریم کی تلاوت ناجائز ہے اسی طرح اسے قرآن پاک کی کتابت بھی ناجائز ہے۔

پھر فتاوی شامی اور طحاوی میں ہے کہ

والنظم من الفتاوی و یکرہ ان یکتب بالقلم المتخذہ بالذھب او الفضۃ او من دواۃ کذلک و یستوی فیہ الذکر و الانثی۔

(فتاوی شامی ج 5 ص 371)

ترجمہ:۔یعنی مرد و عورت کو سونے یا چاندی کے قلم سے یا سونے اور چاندی کی دوات سے لکھنا مکروہ ہے۔

اس فقہی جزئیہ سے واضح معلوم ہو رہا ہے سونے اور چاندی کے قلم سے لکھنا ممنوع ہے اگر سونے چاندی کا قلم نہیں ہے تو پھر لکھنا جائز ہے۔

اصول:۔

ایسا کلام جس کے مخالف بھی کوئی کلام ہو سکتا ہے ایسے کلام کو مفہوم مخالف کلام کہتے ہیں۔اور مفہوم مخالف جو صحابہ تابعین اور فقہا کے کلام میں ہوتا ہے وہ حجت ہوتا ہے۔جیسے کے فتاوی رضویہ جلد دوم رسالہ حاجز البحرین میں صاف صاف لکھا ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے بعد فقہاء کرام ہیں ان کے قول میں مفہوم مخالف حجت ہے۔

درمختار کتاب الطہارہ ج 1 ص 430،449 میں ہے کہ فقہی روایات اور اقوال صحابہ میں مفہوم مخالف بالاتفاق معتبر ہے جب کہ شرح وقایہ

ج 4 ص 151 میں ہے کہ اس بارے میں کسی کا معمولی اختلاف بھی نہیں۔

اس اصول کے اعتبار سے جو جزئیہ فتاوی شامی کے حوالے سے بیان ہوا"سونے چاندی کے قلم سے مرد و عورت نہیں لکھ سکتے" اس عبارت کا مفہوم مخالف یہ بات بن رہی ہے کہ اگر کوئی قلم سونے چاندی کا نہیں تو اس سے لکھنا جائز ہے۔

کاتبہ صحابیات اور فقیہ:۔

مثال 1: حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا:۔

سب سے پہلے ہم اس حدیث پر کلام کرتے ہیں جس میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شفاء بنت عبداللہ سے فرمایا

تم اسے (ام المومنین حفصہ کو) پہلو کی پھنسیوں کا دم بھی سیکھا دو جس طرح کہ تم نے اسے کتابت سکھائی ہے۔

اس حدیث میں حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔جو کہ صحابیہ قرشیہ اور قدیمۃ الاسلام مہاجرات اولی سے تھیں اور عاقلہ فاضلہ تھیں جن پر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عنایت تھی۔**الاصابہ ج 4 ص 333** میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں قیلولہ **(دن میں آرام کرنا)** فرمایا کرتے تھے اور انھوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص بستر اور چادر بچھائے ہوئے تھے۔یہ صحابیہ کاتبہ بھی تھیں اور دوسری خواتین کو کتابت سکھاتی بھی تھیں۔اور کسی حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ سرکار نے انہیں لکھنے سے منع فرمایا ہو۔حضور کا اس معاملے میں خاموش رہنا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔اگر تعلیم کتابت ناجائز ہوتا تو حضور منع فرما دے۔

مثال 2: ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی کاتبہ تھیں۔

مثال 3: حضرت عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا:۔

یہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی ہیں۔جب ام المومنین رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں دوسرے ملک سے کوئی سوال آتا تو یہ اس کا تحریری جواب دیا کرتی تھیں۔

امام بخاری نے اپنی کتاب **"الاداب المفرد"** ص 382 کے ایک باب میں اس بات کو ذکر کیا جس کا عنوان ہے۔

باب الکتابہ الی النساء و جوابھن

اس حدیث میں ہے کہ وہ عرض کرتیں۔

یا خالة هذ ا کتابة فلان و هدیة فتقول لی عائشة ای بنیة فاجیبیہ

ترجمہ:۔یعنی اے خالہ! یہ فلاں کا تحریری سوال ہے اور اس کا تحفہ تو آپ مجھے فرماتیں:اے بچی! اسے جواب دے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تحریری سوالات کے جوابات وہ تحریری صورت میں خود ہی لکھتی تھیں اگر کسی سے تحریر فرماتی تو اس کا بھی ذکر ہوتا۔ایک سوال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاید کسی کاتب سے لکھواتی تو یہ سوال بغیر دلیل کے ہے اور یہ رائے بھی امام بخاری کی رائے کے خلاف ہے۔لہذا اسکا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

مثال 4: حضرت خدیجہ بنت محمد رضی اللہ عنہا:۔

یہ فقیہہ محدثہ اور ایک فقہی باپ کی بیٹی اور معمرہ کاتبہ تھیں۔ ان کی وفات 372 ھ میں ہوئی۔الجواہر المضیہ ج 2 ص 30 اور ص 277 میں ہے کہ

حضرت خدیجہ ابو رجا محمد بن احمد قاضی جوزجانی کی صاحبزادی ہیں۔انہوں نے اپنے باپ سے فقہ کا علم حاصل کیا۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں بیان کیا ہے کہ وہ سو سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہیں انہیں عربی ادب اور فن کتابت پر مہارت تھی نیز میں نے ابو یحیی بزاز سے سنا کہ وہ 372 ھ میں فوت ہوئیں۔اللہ تعالی ان پر رحمت فرمائے۔

مثال 5: حضرت خدیجہ بنت محمد بن علی رضی اللہ عنہا:۔

حضرت خدیجہ بنت محمد رضی اللہ عنہا ایک زبردست عالمہ فاضلہ اور واعظہ تھیں ان تمام خصوصیات کے ساتھ ساتھ ایک کاتبہ بھی تھیں۔

امام ذہبی اپنی کتاب العبر للذہبی ج 3 ص 246 میں فرماتے ہیں کہ

خدیجہ بنت محمد بن علی شاہجہانیہ واعظہ بغدادیہ نے اپنے خط سے ابن سمعون سے حدیثیں تحریر کی ہیں۔

ان کا انتقال 460 ھ میں ہوا جیسا کہ العبر للذہبی میں ہے۔

مثال 6: حضرت شہدہ بنت ابی نصر احمد رضی اللہ عنہا:۔

حضرت شہدہ رضی اللہ عنہ عابدہ صالحہ اور اتنی بلند پایہ محدثہ تھیں کہ انکو **مسندۃ العراق** کہا جاتا تھا جو زمانے کے اکابرین محدثین کی شاگرد اور بکثرت محدثین کی استاد تھیں۔یہ بھی خوشنویس کاتبہ تھیں۔

مراۃ الجنان ج 3 ص 400 اور العبر ج4 ص 220 میں ہے کہ

علامہ یافعی کا بیان ہے کہ ابو نصر احمد بن فرح کی صاحبزادی مسندۃ العراق حضرت شہدہ نے 574 ھ میں وفات پائی آپ کاتبہ عابدہ صالحہ

تھیں۔آبائی وطن کے حوالے سے دینوریہ اور جائے ولادت و وفات کے اعتبار سے بغدادیہ تھیں ان کا خط نہایت عمدہ تھا بہت سے لوگوں نے ان سے حدیث سنی ان کو بلند پایہ اسناد سے سماع حدیث حاصل تھا۔

حضرت شہدہ کے والد بھی یعنی احمد بن فرح ابو نصر بھی زبردست فقیہ و محدث تھے۔**کما فی الجواھر ج 1 ص 89** اور ان کے بھائی محمود بن احمد فرح امام فاضل محدث و فقیہ تھے **کما فی الجواھر ج 1 ص 156** میں ہے۔

مثال 7: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک فقیہ عالمہ صالحہ اور خوشنویس کاتبہ بھی تھیں۔یہ اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ حضرت محمد بن احمد ابو منصور سمرقندی مولف تحفۃ الفقہاء کی صاحبزادی تھیں۔اور ایسے جلیل القدر امام و فقیہ کی بیوی تھیں جو اپنے وقت کے علماء کے نزدیک ملک العلماء

اور علاو الدین تھا یعنی امام ابوبکر بن مسعود جو بدائع و صنائع کے مصنف ہیں۔جن کا وصال 10 رجب 587 ھ میں ہوا اور ان کی بیوی یعنی حضرت فاطمہ کا انتقال ان سے پہلے ہوا۔ان تینوں شخصیات کا ذکر الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ج 2 ص 244۔245۔277۔278۔279 اور شامی ج 1 ص 93 میں موجود ہے۔

بلکہ شامی میں ہے کہ جب ان کے گھر سے فتوی جاری ہوتا تو اس پر ان کے اپنے والد کے اور خاوند کے دستخط ثبت ہوتے۔

مثال 8: حضرت خدیجہ بنت مفتی محمد بن محمود رضی اللہ عنہا:۔

یہ عالمہ فاضلہ محدثہ اور کاتبہ تھیں۔ مراۃ الجنان ج 4 ص 231 میں ہے۔

خدیجہ بنت مفتی محمد انہوں نے ایک جماعت سے خوشخطی سیکھی حج کیا اور ماہ رجب میں وفات پائی عالمہ فاضلہ تھیں اللہ تعالی ان پر رحمت فرمائے۔

مثال 9: حضرت خدیجہ بنت یوسف رضی اللہ عنہا:۔

یہ بھی عالمہ فاضلہ اور خوشنویس کاتبہ تھیں۔ جیسا کہ العبر ج 5 ص 398 میں ہے اور یہ ساتویں صدی کی ہیں۔

مثال 10: حضرت فاطمہ بنت احمد بن علی رضی اللہ عنہ:۔

یہ ایک فقہیہ اور کاتبہ تھیں اور جلیل القدر فقیہ مصنف مجمع البحرین کی صاحبزادی تھیں۔

الجواہر المضیہ ج 2 ص 377 اور ج 2 ص 278 میں ہے کہ

امام مظفر الدین احمد بن علی کی صاحبزادی فاطمہ نے اپنے والد ماجد سے فقہ کا علم حاصل کیا اور ان کی تصنیف مجمع البحرین کا درس لیا صاحب جواہر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا مجمع البحرین کا نسخہ میری نظر سے گزرا۔

مثال 11: حضرت شہدہ بنت الصاحب کمال الدین عمر رضی اللہ عنہا:۔

یہ عابدہ زاہدہ محدثہ عالمہ اور امام ذہبی جیسے جلیل القدر شخصیت کی استاد تھیں۔اور کاتبہ بھی تھیں۔

مراۃ الجنان ج 4 ص 247 میں ہے کہ

انہیں مشائخ کی ایک جماعت کے ہاں حاضری اور اجازت کا شرف حاصل تھا علمی نکات تحریر کرکے محفوظ کر لیا کرتیں۔ بڑی عالمہ زاہدہ عابدہ تھیں امام ذہبی کو بھی ان سے سماع حدیث حاصل ہے۔

ان کے علاوہ بکثرت ایسی خواتین ہیں جو علم و فضل کے گھرانوں میں پیدا ہوئیں اور اپنے علم و تقوی کے ساتھ ساتھ تعلیم کتابت سے بھی ممتاز ہوئیں۔

الجواہر المضیہ ج 2 ص 277 میں ہے کہ

جب اہل اسلام میں شرعی علوم کا دوردورہ تھا تب بلاد ماوراء النہر اور دوسرے بلاد میں جس علمی گھرانے سے فتوی نکلتا تو عموما اس فتوی پر صاحب خانہ عالم اور اس کی لڑکی اور بیوی یا بہن یا کسی اور محرم خاتون کے دستخط بھی ہوتے تھے۔

ابھی تک جتنی بھی امثال دی گئی ہیں تعلیم کتابت کے حوالے سے وہ جواہر المضیہ سے لی گئی ہیں اور جواہر المضیہ کے مصنف کا انتقال 775ھ میں ہوا تو لامحالہ ماننا پڑھے گا کہ یہ تمام خواتین اس سے پہلے یا کم از کم اسی زمانے کی ہیں جو آٹھویں صدی ہے۔لہذا اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ سلف صالحین میں عورتوں کے لکھنے کا رواج تھا اور یہ رواج علماء صلحاء فقہاء کے اپنے گھرانوں میں تھا اگر کوئی ممانعت کی حدیث ہوتی تو بعید از قیاس ہے کہ وہ اس سے مطلع نہ ہوتے۔

کتابت سے ممانعت والی حدیث اور اس کی فنی حیثیت:-

سب سے پہلے وہ حدیث بیان کی جاتی ہے جو مانعین بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور اس کی بنا پر عورتوں کو کتابت سے روکتے ہیں۔

حدیث:۔ حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔

لا تسکنوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ و علموھن الغزل و سورہ النور۔

ترجمہ:۔ عورتوں کو بالاخانوں میں نہ ٹھہراو اور انہیں لکھنا نہ سکھاو بلکہ ان کو سوت کاتنے کا طریقہ اور سورہ نور سکھاو۔

مانعین کتابت اس حدیث کو بطور دلیل بنا کر منع کرتے ہیں جبکہ اگر دیانتدارانہ دیکھا جائے تو یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ ائمہ و مشائخ کرام نے تصریح فرمائی کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کے راویوں

میں جھوٹ بولنا اور حدیث کو خود وضع کرنا موجود ہے لہذا یہ حدیث موضوع اور قابل عمل نہیں ہے۔

ان شاء اللہ اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

حدیث کی فنی حیثیت:۔

ابن عباس رضی اللہ عنھما کی روایت:۔

یہ حدیث حضرت ابن عباس اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھم سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا کی سند کا مدار جعفر بن نصر راوی پر ہے۔اور یہ وہ شخص ہے جو موضوع اور جھوٹی روایات بیان کیا کرتا تھا۔

موضوعات ابن جوزی ج 2 ص 268 اور اللالی المصنوعہ (مصنف امام جلال الدین السیوطی) ج 2 ص 168 میں ہے۔

والنظم لابن الجوزی هذا حدیث لا یصح قال ابن حبان جعفر بن نصر کان یحدث عن الثقات بما لم یحد ثوابہ و قال ابن عدی یحدث عن الثقات بالبواطیل و لہ احادیث موضوعہ علیہم۔

ترجمہ:۔ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ابن حبان نے فرمایا کہ جعفر بن نصر لوگوں سے ایسی احادیث روایت کرتا تھا جو انہوں نے بیان نہیں کیں۔ابن عدی نے فرمایا کہ وہ ثقہ لوگوں کی طرف منسوب کر کے باطل اور من گھڑت روایات نقل کیا کرتا اور اس طرح کی اس نے متعدد موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

میزان الاعتدال ج 1 ص 194 میں امام ذہبی نے فرمایا۔

متهم بالکذاب

ترجمہ:۔اس پر جھوٹے ہونے کی تہمت ہے۔

پھر صاحب الکامل سے نقل فرمایا

حدث عن الثقات بالبواطيل

ترجمہ:۔ یہ ثقہ لوگوں سے باطل چیزیں روایت کرتا تھا۔

اس حدیث کتابت کو ذکر کرنے کے بعد دو اور حدیثیں ذکر کی اور پھر ارشا فرمایا جو کہ ص 195 پر ہے۔

و هذه اباطيل

ترجمہ:۔اور یہ سب جھوٹی روایتیں ہیں۔

اور لسان المیزان ج 2 ص 131 میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی تصریحات کی ہیں جعفر بن نصر اور اس حدیث کے حوالے سے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی دو سندیں ہیں

ایک محمد بن ابراہیم شامی ہے جس کے متعلق علماء نے فرمایا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ جھوٹا ہے من گھڑت حدیثیں بنا لیا کرتا تھا اور متروک ہے۔

مضوعات ابن جوزی ج 2 ص 269، اللالی المصنوعہ ج 2 ص 168 میزان الاعتدال ج 3 ص 11 اور تہذیب التہذیب ج 9 ص 14 میں ہے۔

والنظم منہ قال ابن حبان یضع الحدیث

ترجمہ:۔ابن حبان نے فرمایا کہ محمد بن ابراہیم شامی من گھڑت حدیثیں بنا لیا کرتا تھا۔

نیز تہذیب اور میزان الاعتدال میں ہے

قال ابن عدی منکر الحدیث و عامتہ احادیث غیر محفوظة

ترجمہ:۔ابن عدی نے فرمایا کہ وہ (محمد ابراہیم شامی) منکر الحدیث ہے اکثر حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔

نیز تہذیب میں ہے۔

وقال الحاکم و النقاش روی احادیث موضوعہ

ترجمہ:۔ امام حاکم اور نقاش نے فرمایا کہ اس نے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

اور میزان الاعتدال میں ہے

وقال الدارقطنی کذاب

ترجمہ:۔امام دارقطنی نے فرمایا کہ وہ کذاب ہے۔

ان کتب میں محمد بن ابراہیم شامی کی باطل روایتیں ذکر کرنے کے بعد اس حدیث کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی اور ابن جوزی علیہ الرحمہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

و هذا بهذا الاسناد منكر كما ذكره السيوطى فى اللالى۔

ترجمہ:۔یہ حدیث اور اس کی اسناد منکر ہیں۔جیسا کہ سیوطی نے اللالی المصنوعہ میں اسکو ذکر کیا ہے۔

اعتراضات اور ان کے جوابات:۔

سوال:۔حاکم نے دوسری سند کے ساتھ اس حدیث کے بارے میں فرمایا"ھذا حدیث صحیح الاسناد"یعنی یہ حدیث صحیح اسناد کے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ٹھیک ہے؟

جواب:۔ علامہ ذہبی امام حاکم کی اس کتاب المستدرک کی تلخیص میں فرماتے ہیں کہ

قلت بل موضوع و افتہ عبدالوھاب قال ابوحاتم کذاب

ترجمہ:۔علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔میں کہتا ہوں بلکہ یہ حدیث موضوع حدیث ہے کیونکہ اس میں ایک راوی عبدالوھاب ہے جس کے بارے میں ابو حاتم نے فرمایا کہ وہ نہایت ہی جھوٹا ہے۔

جب کہ میزان الاعتدال ج 2 ص 160 عبدالوھاب کے بارے میں کچھ یوں موجود ہے۔

کذب ابو حاتم و قال النسائی وغیرہ متروک و قال الدارقطنی منکر الحدیث

ترجمہ:۔ ابوحاتم نے اس(عبدالوہاب) کی تکذیب کی امام نسائی وغیرہ نے فرمایا وہ متروک ہے اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔

تہذیب التہذیب ج 6 ص 447 میں ہے۔

قال ابوداود کان یضع الحدیث قد رایتہ و قال لیس بثقة متروک و قال العقیلی و لدارقطنی و البھیقی متروک و قال صالح بن محمد الحافظ منکر الحدیث عامتہ حدیث کذب۔

ترجمہ:۔امام ابوداود نے فرمایا کہ میں نے عبدالوھاب کو دیکھا ہے وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔امام نسائی نے فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں بلکہ متروک ہے۔ عقیلی دارقطنی اور بیہقی نے فرمایا کہ وہ متروک ہے اور حافظ حدیث صالح بن محمد نے فرمایا کہ وہ منکر الحدیث ہے بالعموم اسکی روایت کردہ حدیثیں جھوٹی ہیں۔

نیز اسی میں ہے۔

و حدث باحادیث کثیرہ موضوعة۔

ترجمہ:۔اس نے بہت ساری موضوع حدیثیں بیان کیں۔

اللالی المصنوعہ میں ہے۔

قال الحافظ ابن حجر فی الاطراف بعدذکرہ قول الحاکم صحیح الاسناد بل عبد الوھاب متروک.

ترجمہ:۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "الاطراف" میں حاکم کے اس قول کہ "یہ صحیح الاسناد ہے" کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا بلکہ عبدالوھاب متروک ہے۔

خلاصہ کلام کہ حضرت ام المومنین سے مروی حدیث کی دو دو سندیں ہیں اور دونوں میں ایک ایک راوی غیر معتبر ہے لہذا یہ حدیث موضوع اور متروک و غیر معتبر ہے۔

اور ایسی طرح حضرت ابن عباس والی روایت بھی موضوع اور متروک ہے جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ کسی اور نے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہونے کا دعوی نہیں کیا۔اور دوسری جانب سلف صالحین سے آج تک یہ تعلیم و کتابت رائج رہی ہے۔

سوال:۔کتابت صرف امہات المومنین کا خاصہ تھا باقی خواتین کے لیے جائز نہیں ہے؟

جواب:۔کسی بھی حکم کے جواز اور عدم جواز کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اگر دلیل موجود نہ ہو تو حکم اپنی اصل کی طرف واپس لوٹ آتا ہے اور اصل حکم یہ ہے کہ" اشیاء میں اصل اباحت ہے"۔لہذا سب سے پہلے اس تخصیص کی دلیل درکار ہے۔

جیسا کہ فتح الباری ج 1 ص 218 میں ہے

ان الخصوصية لا تثبت الا بدليل۔

ترجمہ:۔بے شک خصوصیت بلا دلیل ثابت نہیں ہوتی۔

پھر دوسری بات اگر ہم کتابت کو اس وجہ سے منع کر رہے ہیں کہ اس میں بے حیائی اور بے احتیاطی کا پہلو موجود ہے تو احتیاط اور ستر

میں امہات المومنین زیادہ افضل اور اعلی ہیں جیسا کہ ائمہ کرام نے صراحت فرمائی ہے۔تو جب دیگر خواتین میں کتابت حیا اور احتیاط کے خلاف ہے تو امہات المومنین کے تو بدرجہ اتم خلاف ہونا چاہیے۔

سوال:۔ ملا علی قاری علیہ الرحمتہ نے فساد نسواں کی وجہ سے کتابت ممنوع فرمائی ہے؟

جواب:۔کیا کسی حدیث میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ موجود ہے۔دوسری بات اگر کتابت فساد نسواں کی وجہ سے ممنوع ہے تو یہ حکم پھر صرف کتابت کے ساتھ ہی خاص کیوں ہے اس کو عورتوں کی زیب و زینت پر بھی لاگو ہونا چاہیے پھر لباس و برقع پر بھی اس حکم کا اطلاق ہونا چاہیے۔بلکہ برقع تو فساد کا ایک آلہ ہے کہ اس کو پہن کر بآسانی ناجائز کام سر انجام دیے جا سکتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ ناجائز ملاقاتوں اور ناجائز امور کا ارتکاب عموما برقع پہن کر ہی کیا جاتا ہے۔یونہی

بکثرت ایسی چیزیں ہیں کہ پھر ان کا استعمال ناجائز ہو جائے۔ لیکن سب نے عورت کی جائز زیب و زینت اور برقع پہننے کو جائز رکھا ہے جب کہ اس کو ناجائز استعمال نہ کیا جائے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کتابت کا ممنوع ہونا اگر عورتوں کے لیے فقط فساد کی وجہ ہے تو پھر کتابت کا یہ فساد صرف عورتوں کے لیے خاص کیوں؟ پھر تو یہی علت مردوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ بھی ناجائز خط و کتابت کرتے ہیں بلکہ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے مکاتبہ ہوتا ہی دونوں جانب سے ہے کہ لڑکا بھی کتابت کرتا ہے اور لڑکی بھی۔ اگر موجودہ زمانے میں فساد عورتوں کے لیے ہے تو یہی فساد پھر مردوں کے لیے بھی موجود ہے۔

سوال:۔ ابن حجر ہیتمی مکی نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے تو یہ حدیث صحیح ہے؟

جواب:۔امام ابن حجر ہیتمی مکی کا زمانہ امام ذہبی اور امام ابن حجر عسقلانی کے بعد کا ہے یعنی امام ابن حجر عسقلانی اور امام ذہبی متقدمین علماء میں سے ہیں اور امام ابن حجر مکی متاخرین علماء میں سے ہیں۔ جب کہ اس حدیث کے روایوں پر امام ابن حجر عسقلانی اور امام ذہبی سیر حاصل کلام فرما چکے ہیں اور اس حدیث کے راوی محمد بن ابراہیم شامی اور عبدالوھاب کو متروک اور منکر قرار دے چکے ہیں۔ دوسرا جب متقدمین علماء اس حدیث کو موضوع قرار دے چکے ہیں اور عبدالوھاب کو غیر معتبر و مقبول کہہ چکے ہیں تو امام ابن حجر مکی کے کہنے سے عبدالوھاب معتبر اور مقبول نہیں بن سکتا۔

خلاصہ کلام:۔

کتابت وہی جائز ہے جو جائز ہے ناجائز کتابت تو بہرحال ناجائز ہی ہے۔ چاہے مرد کے لیے ہو یا عورت کے لیے۔

دوسرا جب کتابت ناجائز معاشقوں یا ناجائز خط و کتابت کی وجہ سے ممنوع ہے تو پھر اصل وجہ ناجائز معاشقے اور خط و کتابت ہے تو چاہیے کہ اس عمل کو ممنوع قرار دیا جائے نہ کہ مکمل کتابت کو ہی ممنوع قرار دیا جائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین